

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلَا يَأْتِي اُولَئِكَهُمْ مُلَيْسِهُ وَلَا هُوَ يُعْلَمُونَ ۝

مرد رضا

جامع حالات تاج اولیاء حضور

حضرت قبلہ مولانا شیخ محمد حسین پسروی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى أَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَهْمَعِينَ

کیا مبارک ہے وہ خاندان جہاں حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پروردی جیسی شخصیت جنم لئی ہیں۔ اور کتنی مقدس ہیں وہ مقام وہ درود یوار جہاں حضور کی ولادت ہوئی، جہاں حضرت کا بچپن گزر۔ وہ گلیاں جنہوں نے اسکی پاک طینت ہستی کو جوان ہوتے ہوئے دیکھا۔ کتنے عظمت والے ہیں وہ والدین جن کی گود میں مولانا جیسی عظیم ہستی نے آنکھ کھولی۔ وہ جن کے سبب سے ان کے والدین کا نام دنیا و آخرت میں روشن ہو گیا۔

حضرت مولانا نور احمد امرتری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاجر عالم و فاضل اور کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہو گز دے ہیں۔ مولانا نور احمد حضرت امداد اللہ مہاجر کی کے خلیفہ ہجاز تھے۔ بعدہ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضور حضرت شاہ ابوالخیر دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے اور روحانیت کے نہایت اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ بزرگ آپ کو اپنے وقت کے قطب قرار دیتے تھے۔ حضور مولانا نور احمد صاحب امرتری کی جامع مسجد نور میں دفن ہیں۔ یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہے کہ مولانا نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بھائی تھے۔

مولانا نور احمد کے والد حکیم شہاب الدین ۱۸۶۵ء میں وفات پائے گئے۔ تو ان کی والدہ ماجدہ حسن بی بی کا لکاح حکیم رحمان بخش صاحب کے بیٹے حکیم فضل دین صاحب سے ہوا۔ حکیم فضل دین صاحب اپنی پہلی بیوی اور بیٹے مولانا جلال الدین (والد بزرگوار ڈاکٹر عبدالواحد سرینگر والے) کو پروردھ محلہ سیداں چھوڑ کر اپنے مرشد کے پاس موقع کلوئے (چوٹھہ) مستحقاً چلے گئے ہوئے تھے۔ آپ کے مرشد ہر وقت جذب و کیف کی حالت میں رہتے تھے اور یہ ان کی خدمت میں ہمہ تن معروف رہتے تھے۔ شاید یہ ان کی اس عظیم خدمت کا انعام تھا کہ ایسا دُر زنا یاب (مولانا محمد حسین) ان کی جھوپی میں ڈال دیا گیا۔ اور ان کو مولانا کے والد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مقام پر یعنی موضع کلوئے میں حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پروردی رونق افزودنیا ہوئے۔ حکیم فضل دین صاحب اپنی مرقد پر اور موضع کلوئے میں موجود ہے۔

اُن کی بیدائش مبارک بھی میں سنت نبوی ﷺ سے مطابقت لیے ہوئے تھی۔ آپ جب دیامں تحریف لائے تو آپ کے والدگرامی آپ کی بیدائش سے اخوار (۱۸) روز پہلے رحلت فرمائچے تھے۔ اگرچہ ہذا ہر قویہ ایک عظیم حدیث تھا مگر انہیں پیشہ کیا تھا کہ میرے ہاتھ میں آپ کی کامیابی کیا جائے۔ میں ایسی بھی کامیابی کیا جائے کہ خدا آپ کے خود اسی متحولی اور محظوظ بندگی کیا جائے جسے آپ ﷺ کی سنت پر دیامں تھا۔ مگر مکہتے پہلے ہی عمل طور پر ہوا رہا۔ حضور مولانا کی بیدائش سے آپ کو اگوٹ کے قوایی کاؤس "گڈگور" میں بربطاں ۱۸۲۰ء ہوئی۔ تو (۹) ماہ کے تھے کہ والدہ ماجدہ بھی رحلت فرمائگئی۔ اور یوں اس جھوٹی عرض میں آپ "کاؤس عظیم سائنس" سے دوچار ہونا پڑا۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ کے پڑے بھائی حضرت مولانا ابوالراحمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کی زوجہ مختصر مسیو رنی بی بی نے اپنی آنکھوں تھیں سلسلہ۔

یہ حقیقت ہے کہ مبداؤ قیاض نے اُن کو بیدائش ہی سے روحاںی الطوار و اقدار سے مأواہ کر کھاتھا اور اس وقت کے پدر گوں نے اس بات کا یقین اٹھا کر مولانا مختار حسین فخری طور پر (ادر ران) دلی اللہ تھے۔ جو وقت کمزوری کے سماں تھے مگر اسی طلاقی سے اعلیٰ تر روحاںی و روحات کے سماں کو خستہ شہود پڑا۔ اسے اُن کے عالمان سے مستظر ہوا۔

اگرچہ اس زمانے میں تحصیل علم کے سلسلے میں بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ ذرائع فعل و حل نہ ہونے گے مگر اب تھا ہم آپ "کو وہ رئی وہادی فتحیم" کے اعلام کے ذریعہ تعلیم کے حصول گے لیے لاہور گیو لاہور میں آپ نے ٹھاپ اور بیتل کالج، لاہور سے عربی میں داخل کیا، جو تقریباً آج کل کے ایم۔ اے کے نامہ ہے۔ آپ نے ٹھاپ اور بیتل کالج، لاہور سے عربی میں داخل کیا، جو تقریباً آج کل کے ایم۔ اے کے نامہ ہے۔ چونکہ شروع سے ہی آپ کا فخری جھکا کاوی معلوم کی طرف تھا لہذا آپ نے طلب "کو منطق" فتحیم اور حدیثے شریف میں خصوصی درس میں شامل کی۔ آپ کے اندر علم حاصل کرنے کی اچھائی عزیز تھی۔ جس کا ثبوت دریسے دوسرے ایک بہت بڑے دانیٰ صحبت نہیں کی صورت میں رہا ہے آپ۔ جس میں بے شمار دادر و نواب صحبت موجود تھیں۔

مولویہ فعل مکمل کرنے کے سماں تھے ہی کو حصہ ہوتا تھا کہ تھیر کے ملاد و معلوم معمول و محتول سے ذرائع تحصیل ہوئے۔ اور لاہور سے واہی پر پروردگر تھت ہائی سکول میں بطور درس اعلیٰ عربی زبان لازم تھا آغاز کیا۔ آپ کی ذات اور میں ایک بھرمن صنم کی قیامت نہیں کیا۔ آپ کا ملر تعلیم ایسا دل نہیں بھٹا تھا کہ کم سے کم

استھاد رکھنے والے طالب علم بھی بخوبی مطالب و معنی سمجھ لیتے۔ طلباء راسانہ آہستہ آپ کی ذہانت اور اعلیٰ تاملت کے حکم اور صرف ہوتے گئے۔ ہر بار جو عالمہ گلہ تھا۔ سختے میں ہا یا ہے کہ لائق اور بذوق غالب علم بھی آپ کی کاؤنٹنیس رسال کے ہاتھ علم کی روایت سے ملا مال ہو گئے۔

ای دوڑاں آپ پروردگی شاہی مسجد میں درس قرآن و حدیث بھی دیجئے تھے اور سامنے خلیفہ کے فرانس بھی سراج نام دیجئے تھے۔ ۱۹۲۲ء تک آپ پروردگر نہیں تھے بلکہ سکول میں ملازمت کرتے رہے، پھر اسی سال آپ کا تباریہ ڈیرہ بابا ناک ہو گیا۔ مگر آپ نے جانے سے الکار کر دیا۔ اور ملازمت سے استعفی دے دیا۔ اور مستقل طور پر شاہی مسجد پروردگر میں قرآن و حدیث کی تدریس کا کام سنپھالا۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے اپنے کچھ رفقاء کو ساتھ لے کر "اجمیون تبلیغ الاسلام، پرورد" قائم کی۔ اور اس کے صدر مقرر ہوئے۔ اس انجمن نے ہندوؤں، سکھوں، یہودیوں اور مزدیسوں میں زبردست تبلیغی کام کیا۔ اور حصہ لٹریچر کے ذریعے مختلف خدامیں دین حق کی محبت پیدا کی اور چھوٹے چھوٹے دینی مسائل کے سلسلے میں بھی رہنمائی فراہم کی۔ ہر قوم کا دینی لٹریچر، کتابچے، علمی تبلیغ کا سلسلہ، رشد و پداشت کے مرکز قائم کرنا اور دینی حافل و جالس کا اعتمام کرنا اس انجمن کے فرانس میں شامل تھا۔ اس انجمن کے جملہ کارکن انتہائی خوش اسلوبی سے اپنے فرانس ادا کرتے، جس کا نتیجہ یہ لکھا کہ انگریزوں کی غلامی کے اس پر آشوب دور میں ہوا مکالمہ کے لیے ثابت رہنمائی کا راستہ کھلارہ۔ پرورد کی شاہی مسجد میں وہ حشر تھوڑا ہے جس پر اُن تمام ہندوؤں، سکھوں اور دوسرے غیر مسلموں کے نام درج ہیں جنہوں نے حضور قبلہ عالم کے دست حق پرست پر دین اسلام قبول کیا اور قلائل دارین پائی۔

اس کے علاوہ حضور قبلہ عالم کا معمول تھا کہ آپ "اجمیون تبلیغ الاسلام، پروردہ" کے سالانہ جلسوں میں بھی ہر سال شرکت کرتے۔ اس انجمن نے بڑے زبردست تبلیغی کارنامے سراج نام دیجئے۔ جس کی وجہ سے انجمن کی دعوم اور شہرت پورے ہندوستان میں عام ہو گئی۔ ہاتھا عده تبلیغی جلسوں اور دوسرے تبلیغی پروگراموں سے ہندو قوم کے رہنماؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس انجمن کے جلسے اور تبلیغی و فوڈ کے دورے پورے ہندوستان بھر میں شروع ہوئے اور جو حق غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو ہندوؤں اس تبلیغی مشن سے انتہائی خوف زدہ ہو گئے۔ اور حاکمان ہند کو بھی یہ بات گراں گزرا۔ علمی اور تبلیغی اثرات کا اندازہ مسٹر گامدھی کے ان القاڑ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ

”اگر ایسی اور چند اجنبیں معرض وجود میں آئیں تو ہندوستان میں کوئی بھی ہندو نظر نہیں آئے گا۔“

(وقائع سیالکوٹ اور رونہ نامہ پنجابیت ۲۴-۱۰-۱۹۷۰)

چنانچہ ۱۹۳۲ء میں مہاتما گاندھی کے ایک اپارائیک ہندو شن چونڈہ آیا اور چونڈہ میں تبلیغ جلسے کا احتمام ہوا۔ ایک ہندو مسلم مناظرہ بھی انہی دنوں آریہ سماج چونڈہ میں منعقد ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی نمائندگی ”حضرت مولانا محمد حسین پسروری“ اور ”مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی“ نے کی جس میں ہندوؤں کو تکلیف فاش ہوئی۔

حضور قبلہ عالم کا طریق اتحاد دیگر نگت تھا۔ آپ مسلمانوں کے سبھی فرقوں میں حسن سلوک، رواداری اور صلح جوئی کے جذبات اجاگر کرنے میں کوشش رہتے۔ مسلمانوں کو بھائی بھائی بننے کی تلقین فرماتے اور تفرقہ بازی میں پڑنے کی بجائے متحد ہو کر عالم اسلام کی خدمت کا شور پیدا کرتے۔ آپ ”فرمایا کرتے کہ“ اپنے ان بھائیوں کو اس طرح دور نہ کرو کہ دشمن ان سے فائدہ اٹھائے جائیں۔

آپ ”کا طریقہ کاریہ تھا کہ آپ“ عقیدت مندوں کو وظائف کی کثرت نہیں بتایا کرتے تھے صرف دینی مسائل سمجھاتے۔ دین کے ضروری نکالت واضح کرتے اور فرائض کو درست اور صحیح انداز میں ادا کرنے کی ترغیب دیتے۔ قرآن پاک کو درست پڑھنے اور یاد کرنے کی تلقین کرتے۔ اور محبت رسول ﷺ آپ کی صحبت کا ایک لازمی جزو تھا۔ کہ جو بھی آپ کی صحبت میں صدق دل سے پہنچایہ دولت لے کر ہی گیا۔

حضور سلطان العارفین خواجہ حافظ فتح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام زندگی آستانہ عالیہ رنگپورہ شریف، سیالکوٹ پر عشق رسول ﷺ میں فتا ہو کر برکی۔ آپ وہ فقیر راہ سلوک تھے تھے جو جذب و کیف کی منزل شاہانہ پر بھی مستمکن ہو۔ آپ نے یقیناً خدا تعالیٰ سے دعا مانگی ہو گی کہ خدائے رب ذوالجلال ایک ایسا روحانی فرزند عطا مفرما جو ان کی تمام تر روحانی فتوحات کا وارث بن سکے۔ آپ ”متجاب الدعوات“ تھے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر نے ایسا فرزند عطا کیا جس کی نظریہ تھی۔ ایسا بارک فرزند عطا ہوا کہ زمانے نے دیکھا اور زمانہ بھول نہ پائے گا کہ وہ فرزند اپنے مقام میں منفرد تھا۔

ایک عقیدت مندویان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات خود اپنے کانوں سے سنی ہے کہ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروری نے بیان فرمایا کہ ان کا حضور قبلہ سلطان العارفین سے تعلق روحانی تقریباً چار سال کی عمر میں ہو گیا تھا۔ اور اس منحصری عمر سے حضور قبلہ سلطان العارفین نے ان کو اپنی تربیت خاص اور اپنی لگاہ فیض رسال میں لے رکھا۔

بہر حال ظاہری طور پر حضور قبلہ عالم ” کا یہ معمول تھا کہ حضور مسیٰ تکلیفوں کی پرواہ کیے بغیر ذاتی تکلیفوں کی پرواہ کیے بغیر، ہر روز بلا ناغہ گورنمنٹ ہائی سکول پروردشیں کار درس و تدریس مکمل کر کے اور گمراہی پڑھوڑی ذمہ دار یوں کو نہ کر، محوڑی پر پروردہ سے سیال کوٹ رنگپورہ شریف کا رخ کرتے جہاں حضور قبلہ سلطان العارفین حضرت حافظ لیث الدین صاحب ” کا ذیرہ مبارک تھا۔ نماز عشاء اپنے مرشد پاک کے ساتھ ادا کرتے اور پھر تمام رات مرشد پاک کی خدمت گزاری میں بس رکرتے اور غالباً نماز فجر یا نماز تہجد پڑھ کر مرشد پاک سے اجازت حاصل کر کے دوبارہ پروردہ کا سفر اختیار کرتے۔ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پروردی کی اس پر خلوص خدمت گزاری، بے لوث محبت، والہانہ لگاؤ اور بے پناہ ریاضت و مشقتوں کا دور کوئی ایک یادوں یا ہمتوں پر مشتمل نہ تھا بلکہ سالہاں پر پھیلا ہوا ہے۔

۹ شعبان ۱۳۱۲ھ کو قبلہ سلطان العارفین حافظ صاحب ” نے وصال فرمایا۔ إِنَّا إِلَّا لِهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ حضور سلطان العارفین ” کے وصال کے بعد دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رنگپورہ شریف امیر جماعت سے خالی ہو گیا۔ چنانچہ جب حضور شیخ الشائخ، قطب العالمین، خواجہ خواجگان حضرت بابا حسین فقیر محمد صاحب چوراہی اپنے جملہ خلفائے کرام کے ساتھ برائے ختم شریف وفات حجۃ خوانی رنگپورہ شریف شریف لائے۔ تو اس اجتماع عظیم میں حضور قبلہ والآن خصوصیت کے ساتھاں ” شہزاد علم و معرفت ” کو اس عظیم اور عالی مرتبہ دربار شریف کا امیر جماعت اور سجادہ نشین مقرر کیا جو قبلہ سلطان العارفین حضرت قبلہ حافظ صاحب ” کی آنکھوں کا تارا، اُن کی نگاہ ہے پر تاثیر کا پروردہ تھا۔ اور حضور قبلہ سلطان چوراہی ” کی نگاہوں کا خاص مرکز و محور تھا۔ وہی جن کو آج دنیا ” قطب اقطاب مولانا محمد حسین پروردی ثم سیالکوٹی ” کے نام سے جانتی ہے۔

حضور مولانا محمد حسین پروردی ” نے اپنے مرشد پاک کے ظاہری طور پر پردہ فرمائیں کے بعد بھی اپنے مشق و وقام کے طریق کو اس طرح قائم رکھا کہ ہر جمرات کو قبلہ گاہی ” کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے رہے۔ اور ۹ شعبان ۱۳۱۵ھ کو حضور سلطان العارفین حافظ لیث الدین ” کے پہلے عرس پاک کی بنیاد رکھی۔ اور اپنی حیات پاک کے یقیا چھپن ۶۵ سالوں میں بلا ناغہ ہر سال ۹ شعبان معظم کو اپنے مرشد پاک کا عرس پاک کا نہایت وسیع و عریض پیانا نے پر عین ست مبارکہ اور شریعت مطہرہ کے مطابق مناتے رہے۔ ان عرسوں کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ اب بھی ان عرسوں کی

رونق اور روحانی فضام کو یاد کر کے اشک بار ہوتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ عرس مبارک تین دن تک جاری رہتا تھا۔ اور اس عرس پاک میں شرکت کے لیے بہت دور دوراز سے نا صرف زائرین اور مریدین تشریف لاتے بلکہ اس مبارک تقریب میں دور دوراز سے حید علما اور فقہاء اعظام اور مشائخ بھی نہایت ذوق و شوق اور محبت سے شامل ہوتے۔ رونق کا یہ عالم ہوتا کہ دربار شریف کے ارد گرد تقریباً ایک ایک فرلانگ تک تل و هر نے کی جگہ نہ ہوتی۔ علی پور شریف سے ہیر جماعت علی شاہ صاحب لاٹانی سرکار اور ہیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی سرکار کی خصوصی شرکت ہوتی۔ چورہ شریف سے خواجہ خواجه گان بابا جی فقیر محمد علیہ الرحمۃ اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے ہونہاں پس پوت حضور ہیر طریقت شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد سید شاہ صاحب ” و ہیر حیدر شاہ صاحب ” المعروف ہیر کالی چادر والے ان کی خصوصی آمد ہوتی۔ اس کے علاوہ آستانہ عالیہ آلو بھار شریف کے بزرگان اور امرتسر سے حضور قبلہ عالم مولانا نوراحمد پسروی ثم امرتسری اور ان کے صاحبزادگان بادولی شریف چہلم کے بزرگان کی خاص آمد ہوتی۔ اور خاص طور پر سرہند شریف سے حضور حضرت مجدد الف ثانی ” کی درگاہ علی خاص کے سجادہ نشین ان کے خلفاء اکرام اور اجیر شریف سے تعلق رکھنے والے مختلف بزرگوں کی بھی آمد ہوتی۔

حضور قبلہ عالم ” کی عبادات مجاہدات اور روزمرہ کے معمولات بعضہ سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق تھے۔ بلکہ اس قدر متابعت حاصل تھی کہ اگر کسی نے احادیث کی کتب مبارکہ میں آپ ﷺ کی عبادات اور سنن مبارک کے متعلق نہ بھی پڑھا ہو تو وہ صرف حضور قبلہ عالم ” کو دیکھ لیتا، ان کی طرز زندگی کا بغور مطالعہ کر لیتا تو اس کو بہت ساری سنن مبارک کا پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ کا طرز عمل کیسا تھا۔

آپ کا چہرہ مبارک نہایت دلنشیں تھا، چہرہ مبارک پر ہر وقت پلکے سے تمسم کی کیفیت رہتی۔ جس کسی نے بھی آپ ” کا دیدار ایک مرتبہ بھی کر لیا ساری عمر آپ ” کے چہروں اور نور کو فراموش نہ کر سکا۔ ماتھے پر نور کی چمکتی کرنیں، ہندی گلی سرخ داڑھی مبارک، انوار الہیہ اور عشق رسول کریم ﷺ سے تمتماتا ہوا سرخ و سفید چہرہ مبارک، ستواں تاک مبارک، لمبی پلکیں، متجمس نگاہیں، اکثر مبارک ہونٹوں کے آگے دائیں ہاتھ کی دوالگیاں رکھ لیتے، میانہ لفٹیں، لوگ آپ ” کے چہرہ مبارک پر پڑنے والے انوار و تجلیات کی نورانیت کے متحمل نہ ہوتے اور آپ ” کے چہرہ انور کی فیاء پاشیوں کو برداشت نہ کر پاتے لہذا آپ ” اپنے چہرہ انور کو ایک سفید رومال سے پرداز دیئے رہتے۔

آپ ” کا مراج مبارک انتہائی نرم ٹو تھا، آواز مبارک نہایت شیرین تھی جب مگنگو فرماتے تو انتہائی

متانت سے یوں کہ ایک ایک لفظ واضح، جدا جدا اور سننے والے کے دل و دماغ میں اترتا ہوا محسوس ہوتا۔ گویا عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق۔ جب آپ ﷺ گفتگو کا آغاز فرماتے تو سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ وہ ہر تین گوش ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے رعب و جلال کی کیفیت اس قدر ہوتی کہ کوئی شخص بھی آپ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر بات نہ کر سکتا تھا۔

آپ ﷺ نے تمام عمر سنت مبارک کے مطابق صرف سفید بیاس زیب تن کیا۔ اکثر کھدر کا سفید بیاس پہننے۔ سر مبارک پر اکثر عمامہ شریف باندھتے لیکن عمامہ شریف کے علاوہ ٹوپی بھی استعمال فرماتے۔ بیاس مبارک کے ساتھ ایک چادر مبارک بھی اوز ہتے۔ بیاس مبارک کے متعلق حضور قبلہ عالم " کے پیش نظر قرآن پاک کی آیت مبارک و یسا بک فَطَهِرْ اور اپنے کپڑے پاک رکھو (سورہ المدثر ۲۳) ہمیشہ رہی کہ اس معاملے میں آپ ﷺ بہت احتیاط فرماتے۔ آپ ﷺ کے کپڑے اور بستر کی چادریں وغیرہ مکمل احتیاط کے ساتھ دھونے جاتے۔ حتیٰ کہ نئے کپڑے بھی پہننے سے پہلے دھلوا کر پاک کیے جاتے۔ جن اصحاب کا پاک صاف ہونا درجہ یقین تک پہنچا ہوتا صرف وہی آپ ﷺ کے زیر استعمال چیزوں کو اٹھاتے اور رکھتے۔

ہر چند کہ حضور قبلہ عالم " کی عمر مبارک کافی ہو چکی تھی (قریباً اسی سال)، مگر آپ ﷺ کی چال مبارک سبک اور تیز تھی۔ قدم نہایت زم اور آہستگی سے زمین پر پڑتا، پھر یوں محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ بلندی سے اترائی کی طرف اتر رہے ہیں۔ جوان ساتھی ساتھی دوڑ دوڑ کر ساتھ چلتے۔ (گویا کہ حضور قبلہ عالم اس معاملے میں بھی عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھے) ہر چند کہ حضور قبلہ عالم " کا قد مبارک میانہ تھا مگر اپنے ساتھیوں میں بلکہ لاکھوں اور ہزاروں کے مجمع میں بھی آپ ﷺ خود بخوبی ایا ممتاز اور سب سے سرفراز نظر آتے۔ (خدا تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ پر اور ان کے صدقے میں آپ ﷺ پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے کہ یہ کمال متابعت اور عتلیت رسول کریم ﷺ ہے)۔ حضور قبلہ عالم " کے وجود پر انوار سے اسکی پاک اور فرحت بخش مہک آتی رہتی تھی کہ جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ سخت گریوں میں (جبکہ اس وقت بھل کے پنکھوں وغیرہ کی سہولت بھی نہ تھی) پیمنہ وغیرہ آنے کے باوجود یہ کیفیت قائم رہتی۔ بلکہ کبھی تو یوں محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ کا پینہ مبارک ہی سے خوشبو آتی ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضور قبلہ عالم " کو اعلیٰ ذہنی و روحانی قوتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی قوتوں سے بھی نوازا تھا۔ گوآپ ﷺ کا زیادہ وقت تحصیل علم اور عبادت الہی میں بس رہتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی صحت اور اعصاب پا قاعدہ ورزش

کرنے والوں سے بھی زیادہ توانا اور مضبوط تھے۔

حضور قبلہ عالم " ہمیشہ سادہ غذا پسند فرماتے۔ آپ کا معمول تھا کہ چوبیں گھنٹوں میں صرف ایک وقت کا کھانا کھاتے۔ کبھی تو یہ کھانا بعد نماز ظہر ہوتا اور کبھی بعد نماز مغرب۔ میٹھے سے آپ " کو بہت زیادہ رنجیت نہ تھی مگر سویاں شوق سے تناول فرماتے۔

آپ " رمضان شریف کے علاوہ بھی اکثر روزے سے ہوتے۔ حالانکہ عمر مبارک کافی ہو چکی تھی اور ظاہری ضعف بہت حد تک غلبہ پا چکا تھا۔ رمضان مبارک میں نماز تراویح میں اکثر پانچ پارے پڑھے جاتے تھے لیکن ایسا بھی ہوا کہ نماز تراویح میں انیس، انیس پارے بھی پڑھے جاتے رہے (نماز تراویح کے بعد نماز تہجد میں بھی پانچ پارے ساعت فرماتا آپ " کا معمول تھا۔) اور حضور قبلہ عالم " اس تمام دورانیہ میں قیام فرماتے حالانکہ عمر مبارک (تقریباً اسی ۸۰ سال) اور بدن مبارک کمزور ہو چکا تھا۔ باقی نمازی حضرات تھک کر بیٹھے بھی جاتے جن میں جوان لوگ بھی شامل ہوتے مگر آفرین ہے حضور قبلہ عالم " کے عشق صادق پر۔ اس دوران حفاظ کرام کی خدمت کا خاص خیال رکھا جاتا۔ انہیں دودھ، پادام، پھل اور بہترین غذا میں فراہم کیں جاتیں۔ ریاست جموں کے حافظ غلام رسول صاحب، حافظ محمد عالم صاحب اور حافظ عبد العزیز صاحب، گوجرانوالہ کے حافظ ابراہیم صاحب (جو کہ نایبنا تھے) یہ سب حضرات رمضان المبارک میں باقاعدگی سے حضور قبلہ عالم کے پاس قیام فرماتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔

تایا جاتا ہے کہ دوران نماز جب قرآن حکیم کی قرات کی جاری ہوتی تو حضور قبلہ عالم کے سینہ انور سے سوز و گدراز کی وجہ سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسا کہ کسی بہت بڑے برتن میں جوش پیدا ہوتا ہے تو آواز سنائی دیتی ہے۔ جو حضرات اس مبارک وقت اس پاک جماعت میں آپ " کے ساتھ موجود ہوتے وہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی قرآن پاک کی ساعت کے دوران آپ " کے سینہ انور سے ایسی آواز سنائی دیتی یا آپ " سے ایک آہ کی سی آواز سنائی دیتی تو یوں محسوس ہوتا گویا انور کے شعلے چاروں طرف لپکے ہیں۔

حضور قبلہ عالم " کا معمول مبارک یوں تھا کہ سنت مبارک کے مطابق رات کے ابتدائی حصہ میں کچھ دیر آرام فرماتے۔ پھر اس کے بعد بیدار ہو کر وضو فرماتے (حضور قبلہ عالم " کا معمول مبارک تھا کہ ہر نماز کے لیے وضو ہونے کے باوجود تازہ وضو فرماتے، خود تو آپ " ہر وقت باوضو ہوتے ہی مگر ساتھ ساتھ اپنے عقیدت مندوں کو بھی باوضو رہنے کی ہدایت فرمایا کرتے) اور ادا نماجی نوافل میں مشغول ہو جاتے اور نماز فجر سے کچھ دیر پہلے تک سبھی معمول رہتا۔

اس کے بعد سنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق سنت نماز بھر اور پکھو تو قف کے بعد نماز بھر کے فرض بائجاعت ادا فرماتے۔ اور پھر حدیث شریف کے مطابق اسی جگہ تشریف فرمایا ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے اور مراقبہ فرماتے اس دوران کسی خشم کی کوئی مختلکونہ فرماتے اور پھر سورج کے طلوع ہو جانے کے بعد نماز اشراق ادا فرماتے۔ اور زائرین سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا، ان کے مسئلے مسائل سے جاتے اور حل کے لیے مناسب چارہ کیا جاتا۔ پھر سنت مبارک کے مطابق قیولہ فرماتے۔ ادا نیکی نماز طہرہ اور تقریباً ہر نماز کے بعد درس قرآن وحدیث شریف ہوتا اور حلقہ کی صورت میں ذکر و توجہ کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا۔ نماز عصر کی ادا نیکی کے بعد حلقہ کی صورت میں ختم خواجہ کان پڑھا جاتا اور حدیث مبارک کے مطابق حضور قبلہ عالم "کامل خاموشی اختیار فرماتے تا وقت تک نماز مغرب ادا فرماتے اور ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب تا نماز عشاء زائرین و سائلین کی آمد و رفت جاری رہتی اور ان پر توجہ فرمائی جاتی۔

حضور قبلہ عالم " کا معمول پاک تھا کہ آپ " جس علاقے یا بستی میں تشریف لے جاتے تو زیادہ تر قیام مسجد میں ہی فرماتے اور وہاں ان مساجد میں ضرور نوافل ادا فرماتے جن مساجد کا تعلق کسی بھی بزرگ ہستی (ولی اللہ) سے کسی بھی زمانے میں رہا ہوتا۔ سیالکوٹ اور پسرور کی اکثر مساجد میں آپ " اس نیت سے اکثر تشریف لے جاتے اور نوافل ادا فرماتے۔

حضور قبلہ عالم " گھر میں اشیائے ضرورت فالتو حالت میں ہرگز نہ رکھتے۔ دربار شریف کے مصرف میں سے جو کچھ نہ رہتا، محلے میں ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ جس دن آپ " کا وصال ہوا چد آنے ایک گوشے میں پڑے ہوئے تھے۔

حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروری کے وعظ و نصیحت کی کیفیت بھی عام و اعظمین سے نہایت جدا گانہ اور مختلف تھی۔ سنت مبارک کے مطابق دوران وعظ آپ " کے ہاتھ میں عصاء ہوتا۔ جب آپ " وعظ فرمائے ہوئے تو آپ " کی رہاں پاک کے اثر سے حاضرین پر خشیت الہی کی اس قدر شدید کیفیت طاری ہو جاتی کہ اکثر سامعین پراؤ نجی آواز میں آہ و زاری اور شدید گریہ زاری کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لوگوں کے خوف خدا کی وجہ سے رنج فتن ہو جاتے اور لرزہ طاری ہو جاتا۔ اور یہ نہ تھا کہ یہ کیفیت کبھی کبھار ہوتی بلکہ آپ " کے ہر وعظ میں سامعین کی بھی کیفیت ہو جاتی۔ جا بجا لوگ خدا کے خوف سے لوٹ پوٹ لرزہ بر اندام اور آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے نظر آتے اور ہر لفظ جو آپ "

کے لب مہارک سے بیان ہوتا سامن کے دل و دماغ میں ایک احتساب کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا۔ اور اس بات کے لیے کسی کے عالم یا کم پڑھے لکھے ہونے کی شرط نہ تھی بلکہ یہ عنایت توہن خاص و عام کے لیے تھی۔ ہبھی حضور قبلہ عالم " کے دل مہارک کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس میں سلف صالحین کی حافل و حقد و نصیحت کا بہت تنظر آتا ہے۔ جب آپ " دعاؤ فرمائے ہوئے تو حاضرین کا مجمع سیکھوں ہزاروں کی تعداد میں ہوتا اور مسجد سے باہر بھی صحنیں و درود رجک جملی ہوتیں بھی اس پاس کے گردیں اور مجاہدوں کی جتنیں اور گیاں وغیرہ بھی لوگوں سے پہنچتیں۔ یہ آپ " کی داشت کرامت ہے کہ سب لوگوں نک آپ " کی آواز یکساں صاف سمجھتی ہے اور لوگوں کا اصلہ نمبر سے کافی زیادہ ہوتا بلکہ مسجد سے بھی خاصی دور تک ہوتے ہو رکھی جسم کا آہ مگر بھی درستھان نہ ہوتا۔ جب حضور قبلہ عالم " دعاؤ کے لیے تشریف لائے تو خلق کا ایک جم جمیل ہونے کے باوجود مکمل کوت کی کیفیت طاری ہوتی۔ سہ ماہین میں ادب و احترام کی عنایت عظیم کیفیت پیدا ہو جاتی۔ اس سلسلے میں ایک عقیدت مدد ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ لاہور سے چند حضرات حضور قبلہ عالم " کے پاس تشریف لائے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو اس وقت حضور قبلہ عالم " دعاؤ فرمائے تھے جو نبی وعظ کی آواز ان لوگوں کے کانوں میں پڑی اُن پر ایک محجب روحاںی کیفیت (مشیت الہبیہ) طاری ہو گئی اور ان لوگوں نے وہیں سے رونا شروع کر دیا اور جوں جوں یہ کیفیت زیادہ ہوتی گئی، ان کی آہ وزاری بڑھتی ہی ملی گئی۔ یہی عقیدت مند بیان کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم " کے دعاؤ کے دو ان (باوجود اس چیز کے کہ میں مکمل طور پر ان پڑھوں) جو کچھ حضور بیان فرمائے تو وہ ہمارے دل و دماغ میں مکمل طور پر اترنا ہوا محسوس ہوتا بلکہ ہمیں ان بالوں کی خود بخوبی سمجھ بھی آ جاتی۔

حضور قبلہ عالم " دوسروں کو نہایت درجہ ادب دیجے، کبھی کسی شخص کو تو یاں تم کہہ کر مخاطب نہ ہوئے خواہ وہ کوئی خادم ہوتا یا کوئی انجمنی۔ بلکہ اس بات کا تو اس حد تک خیال فرمائے کہ اگر کوئی دو دو پیتا پچھہ بھی آپ " کے پاس لایا جاتا تو بھی آپ " اسے تم یاں تو کہنے کی بجائے ٹوٹی (آپ) کہہ کر مخاطب فرمائے۔ لکھے ہوئے کاغذ کا ادب و احترام تو ایک طرف حضور قبلہ عالم " سادہ کاغذ کو بھی زمین پر نہ گرنے دیجئے اور اس کا ادب فرمائے اور اس کی وجہ بیان فرمائے کہ اس کا انتہ کا تعلق قرآن پاک سے ہو سکتا ہے اس پر قرآن پاک لکھا جا سکتا ہے لہذا اس کا ادب بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی تحریر اردو یا فارسی زبان میں ہوتی تو اس کے تعلق ارشاد فرماتے کہ ان زبانوں کے حروف قرآنی حروف ہیں اس لیے ان کا ادب و احترام ضروری ہے۔ اسی لیے حضور قبلہ عالم " تحریر شدہ کاغذ کو زمین پر نہ گرنے دیجئے اور اس کا

حضور قبلہ عالم " کی حیات پاک کا سب سے اہم معمول سائلین کی آمد پر نہایت شفقت اور خدمہ پیش کرنی سے سے ان کو خوش آمدید کہنا، ان کی خاطر دارت کرنا اور ان کی حاجت پوری کرنا تھا۔ اس معمول کی ایک مثال تو آپ " کا واسع دست رخوان تھا جس پر بعض اوقات ایک وقت میں سیکڑوں کے حساب سے کھانے والے ہوتے اور ان سب حضرات کو نہایت شفقت سے کھانا کھلاتے۔ بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا کہ حضور قبلہ عالم " کمتر میں کھانا تیار کرنے کے لیے پیغام بھجوائے حالانکہ اس وقت کوئی ایسا مہمان موجود نہ ہوتا جو کھانا کھا چکا ہو، لوگ جیران ہوتے، مگر کچھ دیر کے بعد جزید مہمان تحریف لئے آتے اور یوں ادھر سے وہ مہمان درگاہ فتحنندیہ مجددیہ میں قدم رکھتے اور دوسری طرف ان کے لیے گرام کھانا پہلے ہی دست رخوان پر موجود ہوتا۔ اکثر یہ بھی ہوتا کہ کوئی عقیدت مند حضور قبلہ عالم " کے پاس اپنے کسی مسئلے کے سلسلے میں آیا ہوتا، آپ " اس کے مسئلے کا حل فرماتے اور پھر اس کی مالی حالت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے پاس سے خیریہ طور پر اس کی کچھ مالی مدد بھی فرمادیتے۔ گویا یہ تو ایسے طبیب ہیں کہ اپنے پاس سے دوا بھی دیجیں اور ساتھ میں مالی مدد بھی۔ حضور قبلہ عالم " اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو بھی سائلین کو خالی ہاتھ بیجیے اور ان سے معیوب سلوک کرنے سے منع فرماتے۔

حضور قبلہ عالم " کے پاس آنے والے اصحاب ہی فقط آپ " کی شہادت کرم اور نعم و برکات سے مستفیض نہ ہوتے بلکہ آپ " کا فیض آنے والوں کے مگر والوں بلکہ خاندانوں تک پہنچتا رہتا۔ اور پھر وقت نے یہ ثابت کیا کہ آپ " کا فیض صرف ایک ہی نسل تک محدود تھا بلکہ آپ " کا فیض مبارک نسل در نسل چل رہا ہے۔ اور آج بھی ایسے افراد کثرت سے روضہ مبارک پر حاضری دیتے اور ولی مرادیں پاتے ہیں، جنہیں کبھی آپ " کی زیارت کا شرف نہیں ملا۔ انہوں نے صرف اپنے بزرگوں سے آپ " کی حیات مبارک کے حالات و واقعات سنے اور دل و جان سے آپ " کے گرویدہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں بے شمار واقعات ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے چاہئے والوں اور مخلصین کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ معاملانہ رویہ رکھنے والوں اور دلوں میں کدورت، عداوت اور جارحیت رکھنے والوں کے ساتھ اُسی حسن سلوک اور محبت کا برتاؤ رکھا جائے۔ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پروردی " کی حیات پاک ایسے ہی حسن سلوک اور اخلاقی بلندیوں سے پُر ہے۔ اور اس کی ایک دو نیں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اور یہی تعلیم آپ " نے ہمہ اپنے

عقیدت مندوں کو بھی دی۔ آپ کے اس بہترین حسن سلوک کا مترف ہر دھنس ہے جو کبھی ایک مرتبہ بھی آپ کے مکالمہ اور معاملہ کر چکا ہو۔ آپ کے اخلاق مبارکہ سے مشق رسول ﷺ اور سنت رسول ﷺ کا سلسلہ روایات ہوا دکھائی دیتا اور آپ کے سینہ انور کا حال یوں تھا کہ

شده است سیدنہ من پر از محبت یار

برائے کینہ اغیار در دلم جا نیست

”میرے دل میں اپنے دوست کی محبت اس قدر سما گئی ہے کہ کسی غیر کے لیے سینے میں کینہ رکھنے کی جگہ نہیں رہی“

نا رووال شہر کے نزدیک موضع مہار شریف میں حضرت سید غلام نبی شاہ صاحبؒ ایک ولی کامل، یکتا روزگار عارف، متqi اور زاپدا کمل تھے۔ آپؒ کی خدمت اقدس میں حضرت میاں شیر محمد شرق پوریؒ حضرت حافظ سر جماعت علی شاہ صاحبؒ (ایک روایت کے مطابق حضرت حافظ عبدالکریم صاحبؒ را ولپندی والے بھی) اور حضرت مولانا محمد حسین پوریؒ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اکٹھے ہوتے مجلس کرتے فوض و برکات اور رشودہ دہائیت حاصل کرتے۔ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین پوریؒ ایک طے شدہ وقت بوجوہ نہ بخش سکے تو حضرت شیر محمد شرق پوریؒ نے فرمایا کہ ”حضرت مولانا پوری تو ہماری مجالس کے سر تاج ہیں اور آپ کے بغیر مجلس میں وہ کیف اور سرو نہیں ہوتا جس کے لیے ہم اکٹھے ہوتے ہیں اور حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ نے بھی اس کی تائید فرمائی“

حضرت حکیم خادم علی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحبؒ سے ہاتھو ملانے سے قلب جاری ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت علامہ امام الدین رائے پوری اپنے وقت کے اجل عالم اور درویش تھے اور حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پوریؒ کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپؒ کہا کرتے کہ ”قبلہ عالم سبق الصالحین میں سے ہیں۔ آپ جیل پا کیا، پارسا، خوف خدار کھنے والا صاحب بصیرت اور عارف کامل اس زمانے میں پورے علاقے میں موجود نہیں۔ حضرت خواجہ خواجہ بابا جی فقیر محمد چورانیؒ کے پاس حافظ عبدالکریم عیدگاہ شریف والے پیر سید جماعت علی شاہ صاحبان ٹانیؒ و لا ٹانیؒ بیٹھے تھے کہ آپؒ نے حضرت جامیؒ کے پارے میں فکر انگیز نکات بیان کرنا شروع کر دیئے اور ان کے مقام قافی الرسول پر بات کرتے کرتے اچاک فرمایا ”تو آؤ صاحبو آج آپ کو جائی“ سے ملاؤں اچاک سامنے سے حضرت مولانا محمد حسین پوریؒ آتے دکھائی دیئے۔ بابا جی نے فرمایا ”بھی جائی ہیں“

ڈاکٹر جاوید اقبال نے ۱۹۶۰ء میں ایک مضمون ہفت روزہ "چنان" میں چوہدری محمد حسین پر لکھا۔ چوہدری صاحب حضرت قبلہ عالم کے مرید تھے اور علامہ اقبال کے دست راست بھی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اس مضمون میں ذکر کیا ہے کہ حضرت قبلہ عالم کا روحاںی تصرف بالواسطہ علامہ اقبال پر تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "مابعد طبیعت" کی تیاری کے دوران حضور قبلہ عالم سے چوہدری محمد حسین کے ذریعے رہنمائی اور دعاء حاصل کی کہ سیالکوٹ میں ہونے کے باعث اقبال تک آن کے علم و فضل کی شہرت پہنچ چکی تھی۔

اپنی رحلت سے تقریباً ایک ماہ قبل حضور قبلہ عالم نے اپنے ایک عقیدت مند پروفیسر قاری غلام صادق صاحب کو ایک خط لکھا جس میں حضور قبلہ گائی نے واضح طور پر اپنے وصال مبارک کے متعلق ذکر کیا۔ یہ مکتوب مبارک ۳ جون ۱۹۵۱ء کو تحریر کیا گیا۔ (یہ خط بعد میں پروفیسر صاحب نے اپنی خود نوشت "خودی نہ بیج، غرمی میں نام پیدا کر" میں شائع کیا)۔ اس مکتوب مبارک کا متن درج ذیل ہے۔

"

عزیز من ، سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ

ہوتا ہے وہی جو منظور خدا ہو، سراسر معمذور، صعوبت سفر کو نہ برداشت کرنے والی ہستیاں، جسمانی روحاںی ملاقات کو ترسی اور ترقی سفر آخرت کو تیار ہیں۔ کاش کہ اس کا کوئی حصہ تو انہا اور نونہال وجود موجود کو اظہار کرنے کا موقع دیتے۔

الحمد للہ آپ راضی ہیں اور یہاں سب طرح سے خیریت ہے۔ بزرگ ہستی اصل اس روز بارکت شامل حال رہی۔ آج موضع مہار شریف میں ختم شریف کا اہتمام ہو رہا ہے۔ قبولیت کا شرف خدا کرے حاصل ہو۔ عزیز کو ارادہ میں رحمۃ اللعالمین علیہ کی طفیل نیک عقیدہ اور ارادت کی برکت سے کامیابی حاصل رہے۔ ارادہ میں و ما تسائلون الا ان یشاللہ پر عقیدہ حاصل رہے۔

والسلام

فقیر محمد حسین عفی عنہ

رنگپورہ ، سیالکوٹ

“

پروفیسر صاحب حیدر لکھتے ہیں کہ ”ذکورہ خط جنگ میں موصول ہو جانے کے باوجود نائب قائد کی کوتاہی سے مجھے تین روز کے بعد ملا۔ خط کے متن سے ظاہر تھا کہ حضرت صاحبؒ کے وصال شریف کا وقت آپنچا ہے۔ میں جلد از جلد سیاگلوٹ پہنچا مگر الحسوس کہ حضرت علیہ الرحمۃ کا وصال ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے میں کتنے ہی فوض و برکات سے محروم ہو گیا۔“

قیام پاکستان کے بعد حضور قبلہ عالمؐ کے فرزند اکبر صاحبزادہ بشیر احمد بصرہ سے تشریف لے آئے۔ آپؐ نے ان تین چار سالوں میں انہیں تمام امور ظاہری و باطنی خدمت خلق و زائرین، درس و تدریس، مہماںداری اور امور آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے بطریق احسن آگاہ فرمادیا۔ ان یام میں حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پیروزیؐ کے چہرہ عمبارک پر انوار و تجلیات کی کثرت کے باعث نور کا ایک ہالہ سا پڑا رہتا جو ہر خاص و عام کو حسوس ہوتا۔ اور اس عرصہ میں بالخصوص جب آپؐ بیان فرمائیں ہوتے تو مجلس مبارک میں موجود ہر خاص و عام عالم و جانل اصحاب کا کہنا ہے کہ آپؐ کے الفاظ ہمارے سینوں میں اترتے حسوس ہوتے اور ہر بیان کردہ تکڑہ ان شکن ہو جاتا۔ آپؐ آخری یام میں مکمل طور پر محنت مند اور توانا نہ تھے۔ مسجد میں تمام نمازیں ادا کرنا، درس و تدریس، حاضرین، زائرین، مریدین اور مہماںوں سے ملتا ساتھ بیٹھنا حسب معمول جاری تھا کہ آپؐ صرف دو روز کی مختصر علاالت کے بعد ۱۰ اشوال المکرم ۱۳۷۰ ہجری بہ طابق 15 جولائی 1951ء بر ہزار بوقت عصر اس دار القاء سے دار بقاوی طرف رحلت فرم گئے۔

آپؐ کی رحلت کے حوالے سے آپؐ کی صاحبزادی مختصر مد رفیہ بیکم فرماتی ہیں کہ ”ظاہری زندگی کے آخری روز نماز فجر سے (شدت علاالت اور شدید ضعف کے باوجود) ہاتھ اٹھا کر خلق خدا کے لیے دعا مانگتے رہے۔ لوگ حقوق درحق عیادت کے لیے آرہے تھے۔ اور حضور قبلہ عالمؐ مسلسل آنے والوں کے لیے دعا میں معروف رہے، نقاہت کے باعث اگر ہاتھ نہ اٹھاسکتے تو ہاتھوں کو سہارا دے لیتے۔ اس دن بے انتہا لوگ عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور آپؐ آخری سال میں خدا کی طلاق کی دلبوئی میں معروف رہے۔ جب روح نور جسم مبارک سے رخصت ہوئی تو شام کے چار بجے تھے۔ ہم سب ان کے قریب موجود تھے۔ ھاظ کرام اور دگر دیش کریمین کی رحلت کے آدھ پون گئتے کے بعد تک آپؐ کی زبان مبارک ذکر کرتی رہی۔“

وَعْدَهُ وَمِلْ جُون شُود نَزَدِيْك
آشْ شُوقْ تَعْزَ تَرْ مَرْدُو

ستارہ نجی کی طرح اپنی حیات پر فرمودا رہونے والے عاشق رسول ﷺ نے 81 سال کی عمر میں ارجمندی ریک کی دھوٹ حق پر یہ مطمئن خلوت قدس کی طرف روانہ ہو گیا۔

اَنَّا لِلَّهِ وَاَنَا لِلَّهِ رَاجِحُون

اس خبر کے پھیلتے ہی فوری طور پر سیاکلوٹ شہر کی دکانیں بند ہو گئیں۔ دفاتر سے لوگ دیوانہ وار دربار عالیہ کی جانب بھاگ آئیں۔ صفا ماتم بچھ گئی۔ آفتاب طم و عرقان کے ذوبنے کو مسلمانان بخاپ کے لیے خم انگیز حادثہ قرار دیا گیا۔ لاکھوں لوگوں کو آپ ﷺ کی ذات سے عقیدت کا فخر حاصل تھا۔ تباہجا تا ہے کہ ہر طرف لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے رنگپورہ شریف میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ لوگ رور ہے تھے کہ ہمارا مربیٰ ہمارا غم گسار کہاں زد پوش ہو گیا ہے۔ اب کون اُن کے غنوں کا مدد ادا کا بات ہو گا؟ کون اُنھیں اس دلنشیں انداز میں صراط مستقیم کی طرف لائے گا۔۔۔۔۔

کہا جاتا ہے کہ جہازہ میں شامل زائرین کی تعداد اس قدر زیاد تھی کہ پہلا آدمی اگر جناح پار ک تھا تو آخری آدمی احاطہ دربار شریف میں تھا۔ (جبکہ درمیانی قاصدہ کم از کم دو سے تین کلو میٹر تھا) پھر بھی سو گواروں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ شہر کے انتظامات بحال رکھنے کے لیے میوپل کمپنی اور پولیس نے مدد کی۔ خم و اندوہ کی عجیب فضاحتام شہر پر چھائی ہوئی تھی۔ حضور قبلہ عالم " کو حمل حافظ غلام رسول صاحب نے دیا جبکہ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپؐ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا امام الدین رائے پوری تسبیحندی مجددی نے ادا کئے۔ اس دوران گریہ زاری اور عقیدت مندوں کی بے قراری کے عجیب و غریب مناظر چشم لٹک فے دیکھے۔ آپؐ لاکھوں افراد کے روحانی ہاپ، روحانی پیشووا اور ٹوٹے دلوں کا سہارا تھے۔

حضور قبلہ عالم " اپنے جس مرشد پاکمال، مطلع الوار و تجلیات حضور پر نور حافظ علیہ الدین ﷺ کی محبت میں اپنا شہر پھوڑ کر ان کے پاس چلے آئے۔ حضور قبلہ عالم " کو آخری آمام گاہ کے طور پر جگہ بھی ان ہی کے پہلو میں نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کا ہزار بارک حضور خواجہ حافظ علیہ الدین " کے پہلو میں بنا یا گیا (رنگپورہ شریف سیاکلوٹ، دربار عالیہ تسبیحندیہ مجددیہ متحقہ جامع مسجد اخواناں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوز و گداز کی کیفیت کا ذکر آپؒ کے عزیز مرید حاجی عبدالغنی صاحبؒ کے ایک مکتوب میں ہے، جو کہ بہاں بطور خاص شامل کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ مکتوب آپؒ کے حالات کے بارے میں اہم دستاویز کی ہستی رکھتا ہے۔

مکتوب از حاجی عبدالغنی صاحب بنام محمد یوسف صاحب

اقبال منزل، کراچی

29.01.1981

عزیز محترم سلمک اللہ تعالیٰ فی الدارین

سلام مسنون۔ گرامی نامہ باعث سرت ہوا۔ عزیز کو خط لکھنے کے لیے طبیعت تقاضا کر رہی تھی۔ حقیقتاً اس تقاضا نے ہی عزیز کو خط لکھنے پر آمادہ کیا۔ حیر آپاد میں بچپن کے دوست ہیں، بے چارے بیمار رہتے ہیں۔ وچھلے دنوں ان کو خط لکھنا۔ جواب میں لکھتے ہیں۔ ”دو تین بھتے سے میں خود بھی سوچ رہا تھا کہ خط لکھ کر آپؒ کے حالات دریافت کروں۔ مگر آپؒ کا پتہ میرے پاس موجود نہ تھا۔ اس دفعہ پتہ نوٹ کر لیا ہے۔ ”کویا ظاہریہ ہوا کہ دلوں کے درمیان ایک قسم کی تاریقی کا بھی کوئی نظری اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیت فرمادیا ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ آپ بھی انہی دنوں خط لکھنے کا خیال آیا۔

بہر حال یاد آوری کا ملکوتوں۔ مجھے یہ خیال ہو رہا تھا کہ شاید آپؒ اس جگہ کام کر بھی رہے ہیں یا تبدیل ہو گئے ہوں۔ اس لئے دل میں تو عزیز کا تصور رہا مگر خط نہ لکھ سکا۔ خیر آپؒ نے اچھا کیا خط لکھ دیا۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رضی اللہ عنہ رج پر تشریف لے گئے تو انوار کی ہارش خوب ہوئی۔ بیمار ہو گئے۔ جس کے عوض بے شمار ترقیاتی عطا ہوئیں۔ پھر جب سیاکلوٹ میں شدید علاالت میں گرفتار ہونے کے بعد شفا یاب

ہوئے تو فرمایا۔ کردار پاک میں بیماری سراسر رحت ہوئی ہے۔ بیہاں تو دہات نہیں میر ہوئی۔ سخت تکلیف میں بھی کبھی منہ سے ہائے نہ تھی۔ کوئی طبیعت دریافت کرتا تو فرماتے تھے۔ اور کبھی تکلیف کا انکھار یا اٹھانے کا حکم نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے محظی ہے تھیں ہوتے ہیں۔ ان کو انعام گی بجائے آلام میں ریادہ لطف آتا ہے۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہت ”بِمَوْلَیٰ حَمْزَیٰ تَسْهِیْلَ الْبَیْسِ لَنْ ہُوَ بِلَدِیٰ اَسَے“ اس ہمہ سے سچے میں کس قدر وسیعہ و معرفت ہے۔ مجھے یہ الفاظ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے متبرک مبارک سے لفٹنے شائی دے رہے ہیں لہو کیف سے جسم تر ہے دین سراسر مشق بازی ہے۔ اس عاجز کو مسئلہ وحدت الوجود کا کسی حد تک کیف ہے۔ ایک دفعہ کسی دوست کی دعوت سے واپس دربار شریف جا رہے تھے۔ باقی دوست یونچے کچھ فاصلے پر تھے۔ یہ عاجز حضور رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل عقب میں چل رہا تھا۔ باعث جانب گدم کی فصل کھڑی تھی۔ جس میں سے سے اونچے ہو کر اس کیفیت میں جموجھ مطوم ہو رہے تھے۔ اور عاجز پر کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ حضور کا احترام دامنگیر تھا۔ معاجناب یہ شعر زرا اونچی آواز میں پڑھنے لگے۔

ہمت بلندوار کہ نژاد خدا و خلق

دارد بقدر ہمت تو انتبار تو

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام رضا تھا۔ جو صحابہؓ کو میر ہوتا۔ عاجز نے جناب کے لب مبارک سے یہ الفاظ سنے ”مقام رضا بھی عجیب مقام ہے“ حضور فرد و قطب وقت تھے۔ مہذوب اس ماخول میں سے گزرے تو مستی نہ کرتے۔ اور ادب ادب کہنے لگ جاتے۔ سیدال والی میں ”بیکر کا کے شاہ“ مشہور مہذوب ہوئے ہیں۔ وہ جب اس طرف سے گزرے تو بالکل دم بخود ہو کر گزرے اور ساتھیوں کو ادب ادب فرمانے لگے۔ حالانکہ کہ حضور سے بہت فاصلے سے گزر رہے تھے۔

خط لمبا ہو گیا ہے۔ لذیذ بودھ کا یت دل از تر گفتہم والا قصہ ہے۔ ایسی محبت غیمت ہے۔ جسمیں دوست کا ذکر ہو۔ کبھی خط سے نواش فرمادیا کریں۔ ضعف بڑھتا جا رہا ہے۔ مگر دعائیوں سے کام کی بیاس بڑھتی جا رہی ہے۔ دیکھیں، ہر کی کتنی منزلیں باقی ہیں۔ خاص دعاوں میں یاد رکھیں۔ انجام تھیر ہو۔ اور کیا امر فرض کروں۔

طالب و علماء

احقر محمد عبدالغئیثی عنہ

